ACADEMIA International Journal for Social Sciences
Volume 4, Issue 3, 2025 ISSN-L (Online): 3006-6638

مفتی گل حسن صاحب کے فتاویٰ کا منہج واسلوب :ایک تحقیقی جائزہ

Methodology and Style of Mufti Gul Hasan' Fatwas: An Analytical Study

Gulmina
gulminakakar1717@gmail.com
Ph.D Scholar (Islamic Culture), University of Sindh, Jamshoro

Dr. Mukhtiar A. Kandhro
Mukhtiar.kandhro@usindh.edu.pk
Assistant Professor, Comparative Religion and Islamic Culture, University of Sindh, Jamshoro

Corresponding Author: Gulmina gulminakakar1717@gmail.com

Received: 17-08-2025 **Revised:** 02-09-2025 **Accepted:** 15-09-2025 **Published:** 30-09-2025

ABSTRACT

This article presents an analytical study of the methodology and stylistic features of the fatwas of Mufti Gul Hassan Sahib. Fatwa occupies a significant position in Islamic society as a means of guiding individuals and resolving religious and social issues in the light of the Qur'an, Sunnah, and juristic principles. The present research examines the principles, sources, and intellectual trends reflected in Mufti Gul Hasan Sahib's fatwas, with particular focus on his juristic methodology, manner of legal reasoning, and style of expression. The study highlights his reliance on classical Hanafi jurisprudence, use of Qur'anic and Prophetic evidences, consideration of social circumstances, and emphasis on moral and societal reform. It also analyzes the linguistic simplicity, clarity, and reformative tone found in his fatwa, which make them accessible and relevant to the common public. Furthermore, the article explores his approach toward contemporary issues, customary practices, and the purification of un-Islamic social traditions. Using an analytical and descriptive research method, this study concludes that Mufti Gul Hasan Sahib's fatwas represent a balanced combination of traditional juristic adherence and practical social guidance. His method of ifta demonstrates scholarly depth, reformative concern, and a strong commitment to preserving Islamic values within changing social contexts.

Keywords: *Mufti Gul Hasan, Fatwa, Jurisprudential Methodology, Baluchistan Scholars, Islamic Legal Theory, Conflict Resolution.*

تمہید:

افتا دینِ اسلام کا ایک عظیم الشان اور نہایت وقیع منصب ہے،جو درحقیقت انبیائے کرام علیہم السلام کی نیابت اور شریعتِ مطہرہ کی ترجمانی کا فریضہ انجام دیتا ہے۔ہردور میں جب بھی انسان کو پیش آمدہ مسائل ،شبہات اور معاملات میں شرعی راہنمائی کی ضرورت پیش آئی ،اہلِ فتویٰ نے قرآن و سنت اور ذخیرۂ فقہ کی روشنی میں امت کی راہنمائی فرمائی۔عصر حاضر میں ،جب کہ زندگی بے شمار فکری،تہذیبی اور معاشرتی تغیرات کی زد میں ہے اور ہر روز نئے مسائل جنم لے رہے ہیں ،افتا کی اہمیت مزید دوچند ہوگئی ہے ۔جدید معاشی نظام ،سائنسی ترقیات ،خاندانی پیچیدگیاں اور عالمی تہذیبی یلغار نے ایسے سوالات کو جنم دیا ہے جن کے حل کے لئے عمیق دینی بصیرت اور فقہی فہم ناگزیر ہے ۔اس بناء پر افتا نہ صرف دینی احکام کی توضیح کا ذریعہ ہے بلکہ امت کی فکری و عملی راہنمائی کا ایک مضبوط ستون بھی ہے،جو مسلمانوں کو شریعت کے معتدل ،متوازن اور صحیح راستے پر قائم رکھنے میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ اپنی مصروف زندگی میں ہر شخص کو اتنی فرصت میسر نہیں کہ وہ قرآن و حدیث کا گہرا مطالعہ کرے اور پیش آمدہ مشکل مسائل کا حل خود تلاش کرے۔یہی وجہ ہے کہ "افتا" معاشرے کی ایک بنیادی ضرورت ہے، خاص طور پر ان مقامات پر جہاں مسلمان آباد ہیں۔ دین کے معاملے میں آگاہی اور شعور بیدار رکھنا ہر فرد کا حق اور ضرورت ہے۔ تمام اسلامی ممالک میں عوام اپنے مسائل کا حل علماء سے چاہتے ہیں۔ فتویٰ ہی وہ ذریعہ ہے جو قرآن و سنت کی روشنی میں انفرادی اور اجتماعی معاملات میں شرعی رہنمائی فراہم کرتا ہے۔دین کی یا عالم جب فتویٰ دیتا ہے تو وہ عوام کو دین کی گہرائیوں تک رسائی فراہم کرتا ہے، جو دین کو صرف ظاہری عبادات تک محدود نہیں رکھتے بلکہ ہر عمل کو

شرعی اصولوں سے مربوط کرتے ہیں۔فتویٰ امتِ مسلمہ کے فقہی ذخیرے میں اضافے کا ذریعہ بھی بنتا ہے اور آئندہ نسلوں کے لیے علمی بنیاد مہیا کرتا ہے۔

جدید دور کا انسان جس تیزی سے ترقی کی منازل طے کر رہا ہے، اُسی رفتار سے نت نئے سوالات اور پیچیدہ مسائل کا سامنا بھی کر رہا ہے۔ کبھی وہ مصنوعی ذہانت (AI) سے پیدا ہونے والے اخلاقی سوالات پر حیران ہوتا ہے، تو کبھی تولیدی ٹیکنالوجی (IVF، انڈے فریزنگ) یا اعضاء کی پیوندکاری جیسے طبی مسائل پر شرعی رہنمائی کا متلاشی ہوتا ہے۔ ایسے میں فتویٰ ایک روشن مینار کی مانند ہے، جو اسلامی فکر کو جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کرتے ہوئے ایک ایسی راہ متعین کرتا ہے جو دین اور دنیا، عقل و نقل، اور اصول و اجتہاد میں توازن قائم رکھتی ہے۔فتویٰ نہ صرف فرد کو راہِ ہدایت دیتا ہے، بلکہ پورے معاشرے کو اخلاقی اور شرعی شعور سے بہرہ مند کرتا ہے۔ جب معیشت سودی نظام میں الجھی ہو، جب خاندان سوشل میڈیا اور عالمی ثقافتی یلغار سے متاثر ہو، جب نوجوان ذہن سوالات سے لبریز ہوں، تو ایسے میں فتویٰ علم، بصیرت اور دینی فہم پر مبنی جوابات دے کر انہیں تشفی بخشتا ہے۔فتویٰ جدید مسائل پر غور و فکر کا تقاضا کرتا ہے، اور یہی وہ جگہ ہے جہاں اجتہاد کے دروازے کھلتے ہیں اور فتاویٰ اسلامی اصولوں کو جدید حالات سے ہم آہنگ کر کے قابلِ عمل صورت میں پیش کرتے ہیں۔ بہت سے معاملات جیسے بایومیڈیکل تحقیق، انشورنس، ڈیجیٹل کرنسی، اور ماحولیاتی اخلاقیات کی صورت میں آج کے مسلمان کو جو چیلنجز درپیش ہیں، ان میں رہنمائی کا سب سے مضبوط ذریعہ، اہل علم کا مدلل، معتدل اور بصیرت افروز فتویٰ ہے۔

شریعتِ اسلامیہ کا سرچشمہ قرآن مجید ہے، اور اس کے نور سے ہی فقہی و شرعی مباحث کو جِلا ملتی ہے۔ جب انسان کو اپنے عملی و نظری معاملات میں رہنمائی کی ضرورت پیش آتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی کتاب سب سے پہلا اور روشن مینار بن کر سامنے آتی ہے۔ فتویٰ بھی اسی رہنمائی کی ایک صورت ہے، جو شریعتِ الٰہی کی روشنی میں بندگانِ خدا کے لیے شرعی حکم کی وضاحت کرتا ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا ہے: "فاسئلوا أهل الذكر ان كنتم لاتعلمون" "سو اگر تم لوگوں کو علم نہیں تو اہل علم سے پوچھ لیا کرو۔"[i]

یہ آیت فتویٰ دینے اور لینے دونوں کی بنیاد ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے جاہل کو حکم دیا کہ وہ عالم سے رجوع کرے، جو افتا کے شرعی عمل کی اصل روح ہے۔ساتھ ہی یہ آیت افتا کی ذمہ داری کو اہلِ ذکر یعنی علماء سے منسلک کرتی ہے ،جس کا تقاضا یہ ہے کہ غیر عالم اس معاملے میں دخل نہ کرے۔افتا کا عمل اسلامی معاشرے میں ایک اہم علمی و شرعی خدمت ہےجو عوام کو شرعی راہنمائی فراہم کرتا ہے ۔اس کے لیے مفتی میں مخصوص اوصاف کا ہونا لازم ہے۔ یہ ایک حساس اور ذمہ دارانہ عمل ہے جو نہ صرف علمی قابلیت بلکہ دینی بصیرت اور تقویٰ کا بھی متقاضی ہےبلکہ یہ منصب انتہائی احتیاط طلب معاملہ بھی ہے اسی لئے تو علماء نے کہا ہے کہ :" المفتي موّقع عن الله سبحانه ٗ وتعالى"۔"یعنی مفتی تو اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کی طرف سے دستخط کرنے والا ہے۔"[ii]افتا کی نزاکت کو بیان کرنے کے لیے وہ حدیث پاک کافی ہے جس میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ: " أجرؤكم على الفتيا أجرؤكم على النار" "تم میں سے جو شخص فتویٰ دینے پر زیادہ جری ہے وہ تم میں سے سب سے زیادہ آگ پر جری ہے۔"[iii]

لہٰذا جو بھی شخص اس منصب پر فائزہو اسے چاہیے کہ وہ اس کے لیے خوب تیاری کرلے اور اس کا سامان اچھی طرح جمع کرلے اور اس مقام کی قدر کو پہچان لے جس میں وہ کھڑا کیا گیا ہے ۔یہ مقام و منصب اس بات کا متقاضی ہے کہ فتویٰ محض ’’جواب‘‘ نہ ہو بلکہ اس کے پیچھے ایک منظم اسلوب و منہج کارفرما ہو ۔یہی وہ طریقہ کار یا "منہجِ افتا"ہے جو ایک مفتی کے فکری زاویے اور اس کی فقہی بصیرت کو دوسرے سے ممتاز کرتا ہے۔کسی بھی خطے کی علمی تاریخ کو سمجھنے کے لیے وہاں کے کبار مفتیانِ کرام کے اسی اسلوبِ نگارش اور طرزِ استدلال کا مطالعہ ضروری ہوتا ہےاسی تناظر میں ،صوبہ بلوچستان کے مایہ ناز علمی شخصیت مفتی گل حسن صاحب کے فتاویٰ کے منہج و اسلوب کا جائزہ اہمیت اختیار کرجاتا ہے ،تاکہ یہ واضح ہوسکے کہ انہوں نے اپنے مخصوص حالات اور علمی پس منظر میں ’’منہجِ افتا‘‘کے کن اصولوں کو پیشِ نظر رکھا۔

یہاں "منہجِ افتا"سے مراد وہ مخصوص علمی ضوابط ،استدلال کا طریقۂ کار اور ترجیحات ہیں جنہیں ایک مفتی فتویٰ دیتے وقت ملحوظ رکھتا ہے ۔اس میں یہ دیکھنا شامل ہوتا ہے کہ مفتی قرآن و سنت اور فقہی جزئیات سے حکم کیسے کشید کرتے ہیں ،عرفِ زمانہ کو کتنی اہمیت دیتے ہیں اور ان کے ہاں احتیاط یا سہولت میں سے کس پہلو کو غلبہ حاصل ہے۔اسلوب و منہجِ افتا دراصل فتویٰ نویسی کے دو اہم اور باہم مربوط پہلو ہیں ۔اسلوب سے مراد وہ خاص اندازِ بیان ہے جس کے ذریعے کوئی مصنف اپنےخیالات، جذبات اور مشاہدات کو تحریری شکل دیتاہے۔ ہر لکھنے والے کا اپنا منفرد اسلوب ہوتا ہے جو اس کی شخصیت، علم، تجربے اور فکر کی عکاسی کرتا ہے۔ الفاظ کے انتخاب، جملوں کی ساخت اور اظہار کے طریقے سے مصنف کی انفرادیت نمایاں ہوتی ہے، اور یہی چیز اس کی تحریر کو دوسروں سے ممتاز بناتی ہے۔یعنی فتاویٰ کے اسلوب سے مراد وہ مخصوص طریقۂ کار اور طرزِ تحریر ہے جسے ایک مفتی کسی شرعی سوال (استفتا) کا جواب دیتے وقت اختیار کرتا ہے۔

بلوچستان میں دارالافتا کا قیام ایک اہم دینی اور فقہی پیش رفت ہے ،جو عوام الناس کی شرعی راہنمائی کے لیے وجود میں آئے ۔ان مراکز نے نہ صرف فتاویٰ نویسی کے ذریعے دینی مسائل میں لوگوں کی راہنمائی کی،بلکہ معاشرتی،خاندانی،مالی اور

انفرادی معاملات میں بھی اسلام کے مطابق حل پیش کئے ۔ان دارالافتاؤں کی بنیاد اکثر دینی مدارس کے زیر اہتمام رکھی گئی ،جہاں تربیت یافتہ مفتیانِ کرام نے تخصص فی الفقہ جیسے اعلیٰ علمی مراحل طے کرکے فتویٰ نویسی کا فریضہ سنبھالا۔وقت کے ساتھ ان مراکز نے عوام کے اعتماد کو حاصل کیا اور دینی مسائل کے لحاظ سے معتبر حوالے بن گئے۔تاہم بلوچستان میں تاحال کوئی باقاعدہ مرکزی "دارالافتا" سرکاری یا اجتماعی سطح پر قائم نہیں ہے ،پھر بھی ہر مکتب فکر اور دینی مدرسے کے تحت کام کرنے والے دارالافتا اپنے حلقے میں معتبر اور فعال دارالافتا تصور کئے جاتے ہیں ۔ بلوچستان میں ہر بڑے شہر میں دینی مدارس کی موجودگی میں دارالافتا کی سہولت موجود ہے۔جہاں سے جاری ہونے والے فتوؤں کا ریکارڈ محفوظ کیا جاتا رہا ہے بلکہ دو جامعات نے۔تو اپنے فتاویٰ کو کتابی شکل بھی عطا کردی ۔زیرِ نظر مضمون میں بلوچستان کے۔انہی مطبوعہ فتاویٰ جات میں سے "کتاب الفتاویٰ" کے مناہج و اسلوب کا موازنہ پیش کیا جائے گا۔یہ تحقیق اصلاًمفتی گل حسن صاحب کے افتائی منہج اور اسلوب کے تجزیہ پر مشتمل ہوگی۔

مفتی گل حسن صاحب : مختصر تعارف

زیر بحث فتاویٰ کے منہج و اسلوب کو بہتر طور پر سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ پہلے مفتی گل حسن صاحب کے مختصر حالاتِ زندگی اور علمی خدمات کا مختصر تعارف پیش کیا جائے۔

ابتدائی احوال

حضرت مفتی گل حسن صاحب تحصیل سوراب ،ضلع قلات بلوچستان کے علاقہ جیوا میں ۱۹۵۵ء میں پیدا ہوئے ۔آپ نے ابتدائی دو سال تک مدرسہ مفتاح العلوم گدر(ضلع قلات) میں حاصل کی۔ پھر مدرسہ سراج العلوم (تحصیل قمبر ضلع لاڑکانہ سندھ)میں داخلہ لیا۔جہاں آپ نے مولانا سید عبدالکریم بیر شریف والے کی نگرانی میں علم تفسیر،حدیث،فقہ اور ادب وغیرہ میں واقفیت حاصل کی۔پھر مستونگ کے مدرسہ مفتاح العلوم میں داخلہ لیا۔ بعد میں کراچی کے مدرسہ جامعہ اسلامیہ علامہ بنوری ٹاون میں دورۂ حدیث مکمل کرکے۔عربی زبان و ادب اور تصنیف و تالیف کا ملکہ پیدا کر لیا۔۱۴۲۰ھ میں آپ نے دارالعلوم کراچی کے مہتمم مفتی محمد رفیع عثمانی کے زیر نگرانی تین ماہ کا قاضی کا کورس مکمل کیا ۔ آپ دیگر اساتذہ کے علاوہ مولانامحمد یوسف بنوریؒ، مفتی ولی حسن ٹونکی، اور مولانا مصباح اللہ شاہ صاحب جیسے اکابر علماء و محققین سے مستفیض ہوئے ۔ ان کے علاوہ آپ کو قاضی سعد اللہ مرحوم ، الشیخ عبدالفتاح ابوغدہ ،شیخ ریاض، اور مولانا سبحان محمود جیسے ماہرینِ فن کی رہنمائی نصیب ہوئی ۔ جس کے فیض سے آپ کی فقہی استعداد کو خوب جلا ملی ۔علوم ظاہرہ کے ساتھ ساتھ آپ روحانی تربیت کی جانب بھی ملتفت رہے۔ اور تصوف کے معروف سلسلہ فضلیہ نقشبندیہ سے رشتہ ارادت قائم کیا۔ جس میں شیخ عبد المالک چوک قریشی (ملتان) کے زیر تربیت رہے۔[iv]

علمی و دینی خدمات:

مفتی کورس کی تکمیل کے بعد ۱۹۸۷ءمیں کوئٹہ کی اہم درس گاہ دارالعلوم رحیمیہ میں بطور ناظم تعلیمات و مفتی تشریف لائے اور تاحال اسی درس گاہ سے رشتہ قائم رکھا ہے۔ان کا فقہی مجموعہ ''کتاب الفتاویٰ''اپنی تفصیل و تکمیل کے لحاظ سے بلوچستان میں پہلا فتاویٰ ہے۔دس جلدوں کا یہ فتاویٰ ۲۰ ہزار سے زائد فتاویٰ کا مجموعہ ہے۔یہ دین کے تمام شعبوں کو محیط اور خصوصا دور جدید کے مسائل کے حوالے سے اہل علم و عامۃ المسلمین کے لیے مفید فقہی معلومات کا ذخیرہ ہے۔فقہی بصیرت پر مبنی دس جلدوں پر مشتمل فتاویٰ کے ساتھ ساتھ ،مفتی صاحب نے مختلف موضوعات پر چھ مزید گراں قدر کتب تصنیف فرما کر اسلامی لٹریچر میں ایک قیمتی اثاثے کا اضافہ کیا ہے۔جن میں معین الحکام کا چھ سو صفحات پر مشتمل ترجمہ ،قضا کورس و افتا کورس ،الحاشیۃ الجامعۃ علی الہدایہ،مقیاس الھدایۃ شامل ہیں ۔مفتی گل حسن صاحب سیاسی طور پر جمیعت علماء اسلام کے اکابرین کے معتمد رہے ہیں اور بلوچستان میں دینی سیاست کی مضبوطی کے لیے کام کرتے رہتے ہیں ۔[v]

"کتاب الفتاویٰ"کے منہج و اسلوب ِ افتا کا تجزیاتی مطالعہ

حالاتِ زندگی اور علمی خدمات کے جائزے کے بعد اب اس مقالہ کا اہم ترین حصہ شروع ہوتا ہے جس میں مفتی گل حسن صاحب کے منہجِ افتا اور فقہی استنباط کے اصولوں کا تجزیاتی مطالعہ پیش کیا جائے گا ۔یہ حصہ اس لحاظ سے بنیادی اہمیت رکھتا ہے کہ کسی بھی مفتی کے فتاویٰ کی اصل فکری بنیاد اسی منہج میں پوشیدہ ہوتی ہے جسے وہ اختیار کرتا ہے۔

کتاب الفتاوی اپنی تفصیل و تکمیل کے لحاظ سے بلوچستان میں پہلا فتاوی ہے، دس جلدوں کا یہ مجموعہ فتادی تین ہزار نو سو چون سے زائد صفحات پر مشتمل ہے تین ہزار ایک سو اکیس (۳۱۲۱) مسائل کا مجموعہ ہے، یہ دین کے تمام شعبوں کو محیط اور خصوصاً دور جدید کے مسائل کے حوالے سے اہل علم و عامۃ المسلمین کے لئے مفید فقہی معلومات کا ذخیرہ ہے۔ذیل میں ان کے منہجِ افتا اور اسلوب کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

منہجِ افتا:

نصوص سے استدلال

مفتی صاحب کسی بھی مسئلے کا آغاز قرآن کریم کی کلیات اور اصولوں سے کرتے ہیں ۔ان کے فتوؤں کا محور قرآن و حدیث رہے ہیں ۔ان کے علاوہ فقہ حنفی کی مشہور و معروف عربی کتب سے بھی استفادہ کیا ہے۔اردو کی کتابوں کا حوالہ پیش نہیں کیا اور کہیں کہیں پر مجتہدانہ انداز میں قرآن و حدیث سے مسائل کا استنباط بھی کیا ہے۔کتبِ فقہ کی جزئیات پر قیاس بھی کیا ہے ۔عبادات میں عرف کا اعتبار بالکل بھی نہیں کیا ۔ مفتی صاحب کے منہجِ افتا کا ایک اہم پہلو یہ ہے کہ وہ بعض مسائل کے جواب میں پہلے فقہی قاعدہ یا اصول ذکر کرتے ہیں، پھر اس کے تحت جزئی مسئلہ کا حکم بیان کرتے ہیں۔ یہ طرزِ استدلال ان کی فقہی بصیرت، اصولی فکر اور قواعدِ فقہیہ پر عبور کی عکاسی کرتا ہے۔ ان کے فتاویٰ میں اسلوبِ تعلیل اور اصولی ربط نمایاں طور پر محسوس ہوتا ہے۔

فکری رجحان اور وابستگی

آپ کا بنیادی منہج فقہ حنفی کے اصول و ضوابط پر مبنی ہے۔جہاں آپ کو قرآن و سنت کے بعد جن فقہی جزئیات سے استنباط کی ضرورت پڑتی ہے تو آپ فقہ حنفی ہی کی معتمد کتابوں سے استدلال کرتے ہوئے مستفتی کو جواب دیتے ہیں ۔ان کتابوں میں ردالمختارعلی در المختار،البحرالرائق،الفتاویٰ العالمگیریہ،الفقہ الاسلامی والادلہ،کتاب المبسوط لشمس الأئمۃ السرخسی،الھدایۃ،شامی،فتاویٰ الھندیہ،السیر الکبیر،فتاویٰ عثمانی اور احسن الفتاویٰ کی عظیم شاہکار سے استدلال کیا گیا ہے۔مفتی گل حسن صاحب کے فتاویٰ کے مآخذ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے قرآن و سنت کے ساتھ ساتھ حنفی فقہ کی معتمد کتب اور فتاویٰ کے ذخیرے سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔ ان کے مآخذ فقہی اعتبار سے مضبوط اور مذہبی استناد کے حامل ہیں، خصوصاً فتاویٰ عالمگیریہ، ہدایہ، بدائع الصنائع، رد المحتار اور البحر الرائق جیسی معتبر کتب پر ان کا اعتماد نمایاں ہے۔

بدعات و رسوم کا رد اور فتاویٰ کا اصلاحی کردار

مفتی گل احسن صاحب کے فتاویٰ میں اصلاحِ معاشرہ اور رسم و رواج کی تطہیر اور سنت کے احیاء کا رجحان نمایاںمحسوس ہوتا ہے۔ ان کے اندازِ افتا میں یہ بات دیکھی جاتی ہے کہ وہ دین کو اصل نصوص یعنی قرآن ،سنت اور فقہ معتبر کی روشنی میں پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور ایسے معاشرتی رواجوں پر تنقید کرتے ہیں جو وقت کے ساتھ دین کا حصہ سمجھ لیے گئے ہوں حالانکہ ان کی شرعی بنیاد کمزور ہو۔اسی طرح کے ایک فتویٰ میں مروجہ قرآن خوانی کی ان صورتوں پر تنقید کی جو نمود و نمائش،تکلف اور معاشرتی بوجھ کا سبب بن چکی ہیں تاہم اصل ایصالِ ثواب اور تلاوتِ قرآن کے جواز کو برقرار رکھا ۔اسی طرح میت کے لیے خیرات کی مد میں چندہ کرنا،محفلِ میلاد ،اجتماعی شکل میں بآواز بلند درود و سلام پڑھنا وغیرہ سب بدعات پر ان کے تفصیلی فتاویٰ موجود ہیں ۔[vi]

فتاویٰ میں تیسییر اور عوامی مجبوریوں کی رعایت

مفتی صاحب بعض مقامات پر قدیم احتیاطی فقہی منہج کے مطابق دو ٹوک فیصلہ صادر فرما کر اس کام کو مکمل طور پر ناجائز قرار دیتے ہیں ،حالانکہ اسی مسئلہ کے تحت بعض معاصر علماء شدید ،ضرورت ،وقتی مجبوری،اور متبادل نہ ہونے کی وجہ سے اس کے جواز کے بھی قائل ہوتے ہیں ۔اس کی مثال انسانی اعضا کا عطیہ یا پیوندکاری ہے جہاں مفتی صاحب کا دو ٹوک فتویٰ کہ ''ہر حال میں ناجائز ہے'' ان کے شدید احتیاطی منہج کا واضح ثبوت ہے۔چنانچہ وہ لکھتے ہیں :

"آدمی اپنے اعضاء کا مالک نہیں ہے اور غیر مملوکہ چیز کو ہبہ کا کسی کو اختیار نہیں ہے ،اس لئے آدمی اپنا کوئی عضو کسی کو ہبہ نہیں کرسکتا اگرچہ اس کا مقصد کسی کی جان بچانی ہو ،نیز اضطراری حالت میں بھی کسی دوسرے شخص کا عضو استعمال کرنا شرعا جائز نہیں ۔"[vii]

مفتی صاحب کا یہ فتویٰ ان کے ''تصلب فی الدین اور قدیم فقہی زخیرے سے گہری وابستگی کا نمونہ ہے ۔وہ کسی بھی ایسی جدید سہولت کو قبول کرنے میں محتاط ہیں جس سے انسانی جسم کی بے حرمتی کا شائبہ ہوتا ہو۔ دیکھا جائے تو یہ فتویٰ "حرمتِ انسانی" کے قدیم تصور پر تو پورا اترتا ہے، لیکن جدید "انسانی ضرورت" اور "حفظِ نفس" (جان بچانا) کے مقاصدِ شریعت کے پہلو سے اس میں تنگی محسوس ہوتی ہے۔فتویٰ میں یہ واضح نہیں کیا گیا کہ اگر کسی کی جان صرف عضو کی تبدیلی سے ہی بچ سکتی ہو، تو اس صورت میں "الضرورات تبیح المحظورات" (ضرورت ممنوع چیزوں کو جائز کر دیتی ہے) کا اصول یہاں کیوں لاگو نہیں ہو رہا۔جب کہ برصغیر کے اور عرب دنیا کے بہت سے جدید مفتیان (جیسے مفتی تقی عثمانی صاحب یا رابطہ

عالم اسلامی) نے کچھ سخت شرائط کے ساتھ عضو کے عطیہ کو "صدقہ جاریہ" اور "جائز" قرار دیا ہے۔ مفتی گل حسن صاحب کا موقف ان سے بالکل مختلف اور زیادہ سخت ہے۔

لیکن دوسری طرف دیکھا جائے تو بعض مقامات پر وہ انسانی مجبوری کی رعایت کرتے ہوئے چند شرائط کے ساتھ اس امر ممنوع کے بھی جواز کے قائل نظر آتے ہیں چنانچہ مفتی صاحب دارالحرب میں مستقل سکونت کو اصلا ناپسندیدہ اور مکروہ قرار دیتے ہیں کہ غیر مسلم معاشرے کے اثرات بچوں پر پڑیں گے اور اسلامی اقدار کمزار ہوں گی لیکن ساتھ ہی وہ یہ وضاحت کرتے ہیں کہ اگر مجبوری ہو تو دعوتِ دین کی نیت سے قیام کی اجازت ہے ۔مطلب ان کے منہج میں مطلق سختی نہیں بلکہ ضرورت کی گنجائش موجود ہے۔[viii]

مسلکی حدود کی پاسداری اور فقہی تصلب

یہ اسلوب جنوبی ایشیا کے روایتی فقہی و مسلکی فتاویٰ میں عام پایا جاتا ہے، خصوصاً جب کسی فکر یا جماعت کے رد میں فتویٰ لکھا جاتا ہے۔مفتی گل حسن صاحب بھی ایک دو جگہوں پر اہلِ سنت والجماعت کو معیارِ حق بناتے ہوئے کسی اختلافی بحث ،کتب یا لٹریچر کو باطل قرار دیتے ہوئے عوام الناس کواس کے اثرات سے دور رکھتے ہوئے سخت تحذیری زبان استعمال کرتے ہیں ۔چنانچہ وہ جاوید احمد غامدی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

"غامدی کے افکار و نظریات قرآن و سنت نبویﷺ کے متصادم ہیں ۔غامدی کے پیروکاروں سے تعلقات رکھنا جائز نہیں ،ان کے ساتھ نکاح،خوشی غمی میں شریک ہونا بالکل جائز نہیں ہے ،اس قسم کے نظریات کےحامل شخص کی امامت جائز نہیں اور ان کے اقتدار میں نماز پڑھنا جائز نہیں ہے ،عوام کے لیے ان کی تحریر و تقریر کا پڑھنا سننا بالکل جائز نہیں ہے۔"[ix]

اس فتویٰ کو اگر علمی اور تحقیقی زاویے سے دیکھا جائے تو اس میں چند واضح چیزیں سامنے آتی ہیں کہ یہ فتویٰ بنیادی طور پر ایک تحذیری فتویٰ ہے یعنی مقصد عوام کو ایک فکر سے خبردار کرنا ،اس کے اثرات سے روکنا اور اپنے مسلکی دائرے کی حفاظت کرنا ہے۔اس فتویٰ میں تشدد پر اکسانے والا کوئی اسلوب موجود نہیں البتہ اس میں سخت تنبیہی زبان،فکری بائیکاٹ،شدید ردّ ضرور موجود ہے۔انہوں نے نہ صرف ان کی کتابیں پڑھنے،لیکچر سننے سے منع فرمایا بلکہ ان کے پیچھے امامت سے بھی منع کیا۔

فتاویٰ نویسی میں احتیاطی پہلو اور سد ذرائع

فتویٰ نویسی میں آپ انتہائی احتیاط سے کام لیتے ہیں اور تفردات (اکیلے کی رائے) کے بجائے جمہور علماء کے موقف کو ترجیح دیتے ہیں ۔ بعض مقامات پر یہ محسوس ہوتا ہے کہ مفتی صاحب نے جدید معاشرتی تغیرات اور معاصر فقہی مباحث سے محدود استفادہ کیا، جس کے باعث ان کے بعض فتاویٰ میں روایت پسند احتیاط کا عنصر نمایاں نظر آتا ہے۔ اگر معاصر اجتہادی آرا کو بھی جزوی طور پر شاملِ بحث کیا جاتا تو بعض نتائج زیادہ وسعت اختیار کر سکتے تھے۔مثلا ایک فتویٰ جس کا سوال یہ ہے کہ کیا مسجد کو اس جگہ سے تبدیل کیا جا سکتا ہے ؟جب کہ اس کی تعمیر نہایت ہی ناموزوں جگہ پر ہے اور وہاں آئے روز حادثات ہوتے ہیں ،انسانی جانوں کے ضیاع کو روکنے کا واحد حل یہ ہے کہ اس مسجد کو کسی اور جگہ منتقل کیا جائے اور اس جگہ کو شہید کرکے روڈ کی توسیع میں استعمال کی جائے کیا یہ جائز ہے ؟تو مفتی صاحب دو ٹوک جواب دیتے ہیں کہ:’’زمین کا جو رقبہ ایک مرتبہ مسجد بن گئی وہ ابدالاباد تا قیامت مسجد ہی رہے گی اس کا منہدم کرنا بالکل جائز نہیں ہے ۔‘‘[x]

اس فتویٰ کا جائزہ لیا جائے تو فتویٰ اپنے اصولی ڈھانچے کے اعتبار سے مضبوط ہے ۔البتہ فقہ میں یہ بحث بھی موجود ہے کہ اس طرح کی اضطراری حالتوں میں بعض معاصر فقہا "انتقالِ مسجد یا تبدیلِ مقام " کی محدود اجازت دیتے ہیں بشرطیکہ مسجد کی حرمت برقرار رہے ۔اور متبادل جگہ بہتر اور محفوظ ہو اور یہ محض دنیاوی یا تجارتی فائدے کے لیے نہ ہو۔تو اس حساب سے مفتی صاحب کا فتویٰ کسی قدر شدت کے ساتھ احتیاط پر مبنی ہے۔

اسلوبِ نگارش

فتاویٰ کا لسانی اسلوب اور تفہیمی انداز

۱۔تحریر واضح اور عام فہم ہوتی ہے تاکہ عام مسلمان بھی اسے آسانی سے سمجھ سکیں یعنی وضاحت اور اختصار کا توازن۔مفتی صاحب کا لہجہ عموما نرم اور شائستگی لیے ہوئے احتیاط و توازن اور علمی سکون پر مبنی ہوتا ہے ۔بہت سے اختلافی ،کلامی بحثوں میں بھی ان کا انداز غیر جذباتی ہوتا ہے جس میں نہ تو سختی،تکفیر یا مخالف پر حملہ کی صورت پائی جاتی ہے

بلکہ اعتدال اور توازن اور احتیاط پائی جاتی ہے مثلا ایک فتویٰ میں مشرکین کے بچوں کے انجام کے متعلق پوچھا گیا کہ ’’کفار کے صغیر بچے فوت ہوں تو کیا وہ جنتی ہیں ؟جواب میں مفتی صاحب نے قطعی فیصلہ کرنے کے بجائے ’’توقف کو ترجیح دی اور اکابر اہلِ سنت کی عبارت نقل کی۔[xi]

۲۔مفتی صاحب کا کلام طویل تمہید کے بجائے براہِ راست جواب سے شروع ہوتا ہے۔

۳۔ بعض فتاویٰ میں مفتی صاحب کا انداز ایک فقیہ کے ساتھ ساتھ ایک مبلغ اور مصلح کا بھی ہے۔ جہاں ان کا اسلوب خطیبانہ رنگ میں ڈھلتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔

۴۔استفتا کے آخر میں مستفتی کے نام کے بجائے زید،بکر اور عمر یا الف با ج اور د سے تعبیر کیا گیا ہے تاکہ کسی سائل کی شناخت نہ ہو۔

۵۔اکثر استفتا کے جوابات میں معتبر کتب سے حوالہ کی عبارت نقل کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے۔

٦۔ مفتی صاحب اپنے فتاویٰ میں عربی عبارات، حدیثی نصوص اور فقہی اقتباسات بکثرت نقل کرتے ہیں، جس سے ان کے فتاویٰ کا علمی استناد مضبوط ہوتا ہے، تاہم ان عبارات کا اردو ترجمہ یا تشریح مذکور نہیں ہوتی۔ اس طرزِ تحریر کے باعث عام اردو خواں سائل کے لیے دلائل کی مکمل تفہیم میں دشواری محسوس ہوتی ہے، جس سے فتاویٰ کی عوامی افادیت کسی حد تک متاثر ہوتی ہے۔

۷۔مسائل کے فتوؤں میں مختلف فقہا کی آرا نقل کرکے مفتی بہ قول کی نشاندہی بھی کی گئی ہے۔

۸۔مفتی صاحب کچھ فتوؤں میں انتہائی اختصار کے ساتھ جواب دیتے ہیں ۔جس میں کسی صورت کی عدمِ جواز کی استثنائی صورتوں کو کلی طور پر ذکر نہیں کرتے جس سے ابہام پیدا ہوتا ہے۔مثلا ایک فتویٰ جس میں پوچھا گیا ہے کہ ایک شخص جو جہاز کی ٹکٹ سستا خریدتا ہے بعد میں منافع کے طور پر مہنگا بیچنے لگتا ہے کیا اس کا یہ عمل درست ہے ؟ تو مفتی صاحب جواب دیتے ہیں کہ :"صورت مسئولہ میں ٹکٹ کو فروخت کرنا جائز ہے بشرطیکہ اس شخص کے نام پر نہ ہو تاکہ خریدنے والا اس ٹکٹ کے ذریعے سفر کر سکے اور اس کو کسی بھی قسم کی پریشانی نہ ہو ۔اور گورنمنٹ کے ہاں اس کو جرم بھی نہ سمجھا جاتا ہو ۔"[xii] دیکھا جائے تو اس فتویٰ میں تفصیل کم ہے اس مسئلہ کی بعض صورتیں ایسی ہیں جو ممنوعہ ہیں یعنی ذخیرہ اندوزی کی صورت میں جس میں آج کل بعض لوگ بڑی تعداد میں ٹکٹ خریدتے ہیں پھر قلت پیدا ہونے پر بہت مہنگے بیچتے ہیں جو کہ ناجائز منافع خوری کے زمرے میں شمار ہوتی ہے ۔ساتھ ہی ضرورت اور مجبوری کا فائدہ اٹھاتے ہوئے حج،عمرہ،عید ،بیماری یا ہنگامی سفر کے موقع پر اگر لوگ دوسروں کی مجبوری کا ناجائز فائدہ اٹھائیں تو اخلاقی طور پر یہ قابلِ اعتراض ہوسکتا ہے۔

۹۔ فتاویٰ کی تبویب اور فنی ترتیب کے لیے فتاویٰ میں اس بات کا التزام کیا گیا ہے کہ ہر مسئلہ کے ذکر کرنے سے پہلے اس کے لیے عنوان قائم کیا جاتا ہے اور بعد میں مسئلہ ذکر کیا جاتا ہے ۔

سوال اور جواب کی مطابقت

اس فتاویٰ میں اس بات کو ملحوظِ خاطر رکھا گیا ہے کہ ایک استفتا میں سائل نے اگر کئی مسائل کے بارے میں سوال کیا ہے تو سائل کے ہر سوال کو اہم سمجھ کر اس کا جواب دیا گیا ہے۔ان کے اسلوبِ افتا کا ایک نمایاں پہلو یہ ہے کہ اگر ایک ہی استفتا میں متعدد سوالات شامل ہوتو وہ ہر سوال کا مستقل، منظم اور مدلل جواب تحریر کرتے ہیں۔ ان کے جوابات میں جزئیات پر توجہ، حسنِ ترتیب اور استدلالی انداز نمایاں نظر آتا ہے، جس سے ان کی فقہی دقتِ نظر اور تحقیقی مزاج کی عکاسی ہوتی ہے۔[xiii]

سائل کو ان ہی کی زبان میں جواب دینا

مفتی گل حسن صاحب کے فتاویٰ کا ایک نمایاں وصف لسانی مناسبت اور مخاطب فہمی ہے۔ انہوں نے سائل کی زبان اور علمی ماحول کو ملحوظ رکھتے ہوئے اردو، فارسی اور عربی میں فتاویٰ تحریر کیے، جو ان کی علمی وسعت، لسانی مہارت اور دعوتی بصیرت کی عکاسی کرتا ہے۔ اس طرزِ عمل سے نہ صرف فتویٰ کی تفہیم میں سہولت پیدا ہوئی بلکہ عوام و خواص کے ساتھ علمی رابطہ بھی مؤثر انداز میں قائم رہا۔ اس سے نہ صرف ان کی لسانی مہارت،مخاطب فہمی،دعوتی بصیرت،اور عوامی مزاج شناسی واضح ہوتی ہے۔ بلکہ سائل تک صحیح حکم کو قابلِ فہم انداز میں پہنچانے سے فتویٰ کا اصل حکم بھی پورا ہوجاتا ہے۔

توجہ طلب پہلو:

١۔ کتاب الفتاویٰ کا یہ پہلو توجہ طلب ہے کہ بعض سوالات کے جواب میں کسی کتاب کی طرف نسبت کرکے اس سوال کا جواب دیا جاتا ہے ۔نہ کوئی دلیل نہ کوئی حوالہ بتایا جاتا ہے ۔تو فنی حوالے فتویٰ کے لیے صرف حوالہ کافی نہیں، استدلال بھی ضروری ہوتا ہے۔مثلاجلد پنجم ،ص ٢٠ پر "ازدحام کی وجہ سے دوسرا شخص رمی نہیں کرسکتا" کے عنوان کے تحت فتویٰ میں صرف یہ لکھ دینا کہ"معالم الحجاج ص: 201 میں ہے کہ ازدحام کی وجہ سے کوئی دوسرا رمی نہیں کرسکتا"۔ علمی اعتبار سے مکمل استدلال نہیں بنتا کیونکہ اصل فقہی حکم کی بنیاد قرآن، حدیث، آثارِ صحابہ یا معتمد فقہی تعلیل پر ہونی چاہیے۔صرف کسی کتاب کا حوالہ دے دینا، بغیر عبارت نقل کیے اور بغیر علت واضح کیے، تحقیقی اسلوب کے اعتبار سے کمزور شمار ہوتا ہے۔ فتویٰ میں محض جزئی فقہی حوالہ پر اکتفا کیا گیا ہے، جب کہ اصولِ افتا کے مطابق علتِ حکم اور مأخذِ استدلال کی وضاحت زیادہ مناسب تھی۔ نیز رش کی شدت اور حقیقی عدمِ قدرت کے درمیان فرق بھی واضح نہیں کیا گیا۔یہ فقہی فرق بہت اہم ہے، کیونکہ:مشقتِ خفیفہ عبادت ساقط نہیں کرتی،جب کہ عذرِ شدید بعض اوقات نیابت کی اجازت دیتا ہے۔

٢۔ مفتی گل حسن صاحب کے فتاویٰ میں دیکھا گیا ہے کہ انہوں نے ذاتی آرا یا غیر محتاط اجتہادی میلانات کے بجائے معتمد فقہی مصادر اور سابقہ فتاویٰ پر زیادہ اعتماد کیا ہے، جو ان کے احتیاط پسند اور روایتی افتائی منہج کی علامت ہے۔ فقہی کتب پر اعتماد کرنا بذاتِ خود خامی نہیں ،برصغیر کے اکثر مفتیانِ کرام خصوصاً دارالافتاء کے ماحول میں براہِ راست قرآن و حدیث سے استنباط کے بجائےمعتمد فقہی ذخیرے،فتاویٰ کی کتابوںاور متقدمین کے اقوال پر اعتماد کیا جاتا ہے۔کیونکہ ہر مفتی "مجتہدِ مطلق" نہیں ہوتا،بلکہ عموماً "مفتیِ ناقل" یا "مفتیِ مذہب" ہوتا ہے،جس کا کام مذہبِ فقہ کی معتبر آرا کو منظم انداز میں نقل و تطبیق کرنا ہوتا ہےلہٰذا فقہی کتب سے استدلال کرنا علمی روایت کے خلاف نہیں۔ یہ طرز "احتیاط اور تواضع"کی علامت بھی ہو سکتا ہےجب کوئی مفتی اپنی ذاتی رائے کم ظاہر کرے،اکابر فقہا کی عبارات پر اعتماد کرے،اور خود کو نصوص کا مستقل مجتہد بنا کر پیش نہ کرے،تو یہ اس کی علمی احتیاط،تواضع،اور تقلیدی منہج سے وابستگی کی علامت بھی شمار ہو سکتی ہے۔خاص طور پر دیوبندی اور احناف کے روایتی افتائی ماحول میں یہ انداز ایک مثبت وصف سمجھا جاتا ہے۔ لیکن تحقیقی اعتبار سے یہ "حدود اجتہادی صلاحیت" بھی ظاہر کرتا ہے۔دوسری طرف اگرہر فتویٰ صرف نقل پر قائم ہو،قرآن و حدیث کی اصل علتیں زیرِ بحث نہ آئیں،معاصر مسائل پر اجتہادی تطبیق کم ہو،اور مفتی کی فقہی ترجیح یا استنباط سامنے نہ آئے،تو یہ اس بات کی علامت ہو سکتی ہے کہ مفتی"ناقِلِ اقوال" زیادہ ہیں، "مُرجِّح" یا "مجتہدانہ بصیرت رکھنے والے" کم۔وہ "مذہبی فقہ" کے اندر کام کر رہے ہیں لیکن "فقہی توسع" یا "اجتہادی تحلیل" نسبتاً کم ہے۔ قرآن و حدیث کی اصل نصوص، فقہی تعلیل اور ترجیحی استدلال کی محدود موجودگی ان کے فتاویٰ کو زیادہ تر نقلِ مذہب کے دائرے میں رکھتی ہے، جس سے اجتہادی و تجزیاتی پہلو نسبتاً کم نمایاں ہوتے ہیں۔

٣۔ بعض معاشرتی یا بدعاتی مسائل میں مفتی صاحب سدّ ذرائع،احتیاط اور اصلاح معاشرہ کے اصول کو بہت شدت سے اختیار کرتے ہیں لیکن بعض سنگین اخلاقی یا سماجی جرائم میں انہی اصلاحی اصولوں کا وہی زور نظر نہیں آتا جس سے منہجی یکسانیت متاثر محسوس ہوتی ہے۔چنانچہ ایک مقام پر دیور کا بھابھی کے ساتھ جبرا زنا کرنے کے سوال میں اس عورت کے شوہر کو الگ گھر کا بندوبست کرنے کا مشورہ دیتے ہیں ساتھ ہی فرماتے ہیں کہ اس صورت میں بھائی اور بیوی کو مارنا جائز نہیں ۔[xiv]اس کے تحت نہ کوئی حوالہ اور نہ ہی کوئی دلیل دی۔اور نہ ہی اس گناہ اور فساد کی برائی کے متعلق کوئی سختی دکھائی۔

اسی طرح ایک غیر شادی عورت کا وضع حمل اور بچے کی ولادت کے بعد اس بچے کو قتل کرنا اور کسی مرد پر زنا کا الزام لگانا ،تین الگ الگ جرائم ہیں لیکن مفتی صاحب اس فتویٰ کے جواب میں صرف زنا کی ثبوت کے لیے چار گواہوں کی شرط لا کر اس فتویٰ کا انتہائی مختصر جواب دیتا ہے۔[xv]اس فتویٰ کا بنیادی مؤقف یہ ہے کہ زنا کا جرم محض الزام سے ثابت نہیں ہوتا،بلکہ اس کے لیے شرعی معیارِ ثبوت ضروری ہے۔یہ بات درست ہے، کیونکہ قرآن مجید میں زنا کے ثبوت کے لیے چار گواہوں کا ذکر آیا ہےلہٰذا صرف عورت کے دعویٰ کی بنیاد پر کسی مرد پر حد نافذ نہیں کی جا سکتی۔ یہ فقہی اعتبار سے مضبوط نکتہ ہے۔اس کے علاوہ زنا کے متعلق عورت کی شہادت کے متعلق تعبیر میں فقہی ابہام۔حمل کو بطورِ قرینہ زیر بحث نہیں لایا گیا۔فتویٰ میں یہ ذکر نہیں کیا گیا کہ غیر شادی شدہ عورت کا حمل فقہا کے نزدیک کیا حیثیت رکھتا ہے؟کیا یہ محض قرینہ ہے؟یا بعض فقہا کے نزدیک اس سے تعزیری پہلو پیدا ہو سکتا ہے؟اگرچہ جمہور فقہا صرف حمل کو حد کے لیے کافی نہیں سمجھتے، لیکن اس علمی اختلاف کی طرف کوئی اشارہ نہیں کیا گیا۔ اس سے فتویٰ یک رخی محسوس ہوتا ہے۔ قتلِ طفل کے حکم کو واضح نہیں کیا گیا۔استفتا میں اصل واقعہ یہ بھی تھا کہ عورت نے بچے کو قتل کیامگر فتویٰ نے اس اہم جرم کی مستقل فقہی حیثیت پر گفتگو نہیں کی آیا یہ قتلِ عمد ہے؟اس پر قصاص یا تعزیر کا حکم کیا ہوگا؟بچے کی حرمتِ جان کا کیا مسئلہ ہے؟فتویٰ پوری توجہ صرف زنا کے ثبوت پر رکھتا ہے، جب کہ قتل کا پہلو تقریباً نظر انداز ہو گیا ہے۔ یہ فنی اعتبار سے ایک خلا شمار ہوگا۔

نتیجۂ بحث:

1۔مفتی صاحب کے فتاویٰ میں اصلاحِ معاشرہ، احتیاط اور سدِّ ذرائع کا رجحان نمایاں ہے۔

2۔بدعات اور معاشرتی مفاسد کے سدِّ باب میں ان کا انداز نسبتاً سخت اور اصلاحی ہے۔

3۔بعض فتاویٰ میں فقہی حکم کی وضاحت مضبوط انداز میں ملتی ہے، لیکن بعض پیچیدہ سماجی جرائم میں جواب محدود یا غیر جامع محسوس ہوتا ہے۔

4۔بعض مسائل میں قانونی و فقہی پہلو پر تو گفتگو کی گئی، مگر اخلاقی، سماجی اور اصلاحی پہلو تشنہ رہ گئے۔

5۔جدید مسائل، خصوصاً جنسی جرائم اور ریپ وغیرہ کے باب میں معاصر طبی و فرانزک شواہد کی روشنی میں مزید تفصیلی بحث کی گنجائش موجود ہے۔

6۔مجموعی طور پر مفتی صاحب کا منہج اصلاحی اور احتیاط پر مبنی ہے، تاہم بعض جدید اور حساس مسائل میں منہجی یکسانیت اور جامعیت کو مزید مضبوط بنانے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔

7مجموعی جائزے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مفتی صاحب کے فتاویٰ علمی و فنی بنیادوں، فقہی اصولوں اور دینی بصیرت پر قائم ہیں۔ اگرچہ بعض مقامات پر اسلوب، جامعیت یا معاصر تقاضوں کے حوالے سے مزید وضاحت اور توسع کی گنجائش محسوس ہوتی ہے، تاہم مجموعی طور پر ان کے فتاویٰ سنجیدہ علمی کاوش، فقہی مہارت اور اصلاحِ معاشرہ کے جذبے کی نمائندگی کرتے ہیں۔ اسی بنا پر ان فتاویٰ کو علمی و تحقیقی اعتبار سے معتبر اور قابلِ مطالعہ فقہی سرمایہ قرار دیا جا سکتا ہے۔

حوالہ جات

07:21

1سورة الانبياء
2عثمانی،محمد تقی ،مفتی،اصول الافتاء وآدابہ،کراچی :مکتبہ معارف القرآن،۲۰۱۳ء،ص:۳۵
3سنن دارمی،کتاب :المقدمہ،باب کراهیۃ الفتیاء،حدیث ۱۰۳۔
4 گل حسن،مفتی،مقدمہ،حیدرشاہ،سید،ڈاکٹر،،کتاب الفتاویٰ ،کوئٹہ،مکتبہ رشیدیہ،ایڈیشن چوتھا،۲۰۲۵ء،جلد۱،ص۱۔۱۱
5انٹرویو ،داؤد احمد (مفتی گل حسن صاحب کا بیٹا)،تاریخ ۱۳ مئی ۲۰۲٦ء
6گل حسن،مفتی،کتاب الفتاویٰ،جلد۱،ص۸۹۔
7 گل حسن،مفتی،کتاب الفتاویٰ،جلد۱،ص۲۸۷۔
8 گل حسن،مفتی،کتاب الفتاویٰ،جلد۱،ص۱۵۵۔
9 گل حسن،مفتی،کتاب الفتاویٰ،جلد۱،ص۶۱۔
10 گل حسن،مفتی،کتاب الفتاویٰ،جلد۵،ص۱۰۳۔
11 گل حسن،مفتی،کتاب الفتاویٰ،جلد۱،ص۸۸۔
12 گل حسن،مفتی،کتاب الفتاویٰ،جلد۲،ص۱۵۶۔
13 گل حسن،مفتی،کتاب الفتاویٰ،جلد۶،ص۴۹۔
14 گل حسن،مفتی،کتاب الفتاویٰ،جلد۶،ص۱۲۔
15 گل حسن،مفتی،کتاب الفتاویٰ،جلد۹،ص۱۶۲۔